

## حقوق نسوان کے منافی پاکستانی رسم و فی

(عصری اور شرعی حوالے سے تحقیقی جائزہ)

علام علی خان\*

ارشد منیر لغواری\*\*

خواتین سے متعلق چہالت پرمنی بہت سی رسومات اس وقت پاکستان کے مختلف علاقوں میں جاری و ساری ہیں، ان میں سے ایک رسم و فی بھی ہے۔ اس قبیح رسم اور اس کے بھیامک متاثر سے متعلق وقتانوفتاً آواز اٹھتی رہی ہے، لیکن اس رسم سے متعلق جانکاری بہت کم لوگوں کو ہے۔

ونی کا لغوی معنی:

ونی کا لفظ "ون" سے نکلا ہے جسکے معنی ہیں جگل، چشمہ، آبشار، رہنے کی جگہ، مکان وغیرہ ہیں (۱)۔

جبکہ کارروان کیونٹی ڈولپمنٹ آر گنائزیشن کی تحقیق کے مطابق:

"ونی کا لفظ پشتو زبان کے لفظ "وئی" سے مآخذ ہے، جس کے معنی خون یا الہو کے ہیں، پشتو میں خون کے بد لے لڑ کیوں کے رشتے دینے کو "ونے" کہتے ہیں، خیال کیا جاتا ہے کہ پشتو زبان کے دیگر بہت سے الفاظ کی طرح "ونے" کا لفظ بھی میانوالی اور اس سے ماحصلہ رائیکی، پنجابی اور ہند کو بولنے والے علاقوں میں بگڑ کر "ونی" استعمال کیا جاتا ہے" (۲)

محمد علی بابا خیل کی تحقیق کے مطابق:

"The word Swara in persian literally stands for a woman riding on a horse or any other animal used for travelling. Swara is derived from the persian language, wherein Swar stands for commuters on the horseback" (۳)

لفظ سوارہ پر مزید بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Yet another source for the word Swara comes from Arabic. In Arabic Uswara stands for bangles which

\* اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

\*\* لیکچر ار، شعبہ علوم اسلامیہ، زرعی کالج، پونیورسٹی آف ایگر لیکچر، ڈیرہ غازی خان۔

symbolises women folk. Since Swara in the Pashtoon tradition is always a woman, i feel that the word can be attributed to the Arabic rather than the Persian language"(۲)

رسم ہذا کی درج باللغوی اور آگے بیان ہونے والے اصطلاحی مفہوم کو منظر رکھتے ہوئے رقم کی رائے میں لفظ و نی ممکن ہے کہ پنجابی زبان کے لفظ "وناہ" سے اٹلا ہو، جسکے معنی قتل، بھیاںک جنگ، تباہی، بر بادی، نقصان کے بیان کئے جاتے ہیں (۳)، اس کی ایک وجہ تو خود لفظ و نی کا پنجاب میں معروف ہونا ہے جبکہ دوسری اہم اور بنیادی وجہ رسم ہذا کا نفاذ ہے جو اس وقت ہوتا ہے جب قتل و غارت، تباہی یا کسی نقصان کا عمل ہوا ہو، چونکہ لفظ "وناہ" بھی یہی معنی دیتا ہے تو ممکن ہے کہ لفظ "وناہ" سے لفظ و نی یا و نی معروف ہو گیا ہو۔ جبکہ رقم کا یہ بھی خیال ہے کہ لفظ سوارہ بھی ممکن ہے کہ پنجابی کے لفظ "سوہرا" بمعنی ہموار، برابر، یکساں، سارا، تمام سے بنا ہو (۵)۔ کیونکہ رسم مذکورہ میں سوارہ کی گئی عورت کی بناء پر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اب فریقین کے مابین جنگ، تباہی، نقصان اور قتل وغیرہ نہ صرف یہ کہ برابر ہو گئے بلکہ تعاون اور ہم آہنگی کی راہ بھی ہموار ہو جائے گی۔ اس بناء پر رقم کی رائے میں لفظ و نی، اور سوارہ، ایک ہی زبان کی اصطلاحیں بنیں گی بلکہ معانی کے اعتبار سے بھی لازم و ملزم ظہر ہیں گی۔

و نی کا تعارف:

بہادر شاہ ظفر کے مطابق:

"سوارہ سے مراد ایسی عورت جو قتل یا دوسری رقبابت میں مفاہمت پیدا کرنے کے لئے مخالف کو دی جائے" (۶)

کیپن ریورٹ کے مطابق:

"Swara means a female rider, but in traditional terminology it refers to a girl given over to the aggrieved family as compensation for blood" (۷)

زوفین ابراہیم رسم ہذا کے تعارف میں رقطراز ہیں:

"In a throwback to medieval time "Swara" blood price is still practiced in Pakistan. Women and girls, even babes in their cradles, are given away in marriages as compensation for crimes committed by their men folk" (۸)

لہذا رسم ہذا اس وقت ادا کی جاتی ہے جب دو قائل یا خاندانوں کے درمیان قتل، اغوا، یا پھر ناجائز تعلقات کی صورت میں دشمنی چل پڑے، اور دونوں اطراف سے خون خرا بہ شروع ہو جائے، اس خون خرا بہ کو روکنے کے لیے میشران کا جرگہ، خون

کے بد لے خون یار و پیسہ بیسہ یا "سوارہ" دینے کا فیصلہ کرتا ہے۔ سوارہ دینا یعنی متاثرہ افراد کو زیادتی کرنے والے کی بہن، بیٹی، بھائی، بھتیجی یا پھر خاندان کی کوئی بھی بڑی دے دی جاتی ہے۔ یہ ایک قسم کا خون بہا ہے جو بڑی کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے، یہ بڑی بیہاں تک کہ شیر خوار بھی ہو سکتی ہے، اور "سوارہ" وصول کرنے والا 75، 70، 60، 50، 40، 30 سالہ بزرگ بھی ہو سکتا ہے یا پھر بڑی کی 28، 30 سالہ اور وصول کرنے والا دوسرا بچہ بھی ہو سکتا ہے (۹)۔

رواہتی طور پر سوارہ عورت کا نکاح کیا جاتا ہے۔ لیکن کوئی تقریب نہیں کی جاتی اگر سوارہ کا فیصلہ جرگے نے کیا ہو تو بڑی کو بعض اوقات بہت معمولی حقوق مل جاتے ہیں۔ لیکن جہاں بڑی کے گھروں نے جھگڑا اختتم کرنے کے لیے متنیں کی ہوں وہاں نکاح نہیں ہوتا اور بڑی کو کھیتوں میں چھوڑ دیا جاتا ہے، تاکہ دشمن خاندان کے مرد اسے لے جائیں، ایسی سوارہ عورت کی حیثیت غلام لوٹی یا داشتہ کے برابر ہوتی ہے (۱۰)۔

### وفی / سوارہ سے متعلق چند خبریں:

۱۔ صوبہ سرحد کے جنوپی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ملنے والی اطلاعات کے مطابق مقامی پنجاہیت نے وفی کے طور پر ایک تین سالہ بچی کا نکاح 45 سالہ شخص کے ساتھ پڑھوا دیا ہے۔ اس واقعہ میں بتایا گیا ہے کہ سیف الرحمن نامی شخص کی سربراہی میں قائم پنجاہیت نے یہ فیصلہ تین روز قبل کیا جس کے مطابق 3 سالہ بچی سیمیر ابی بی کا نکاح 45 سالہ محبوب کے ساتھ کرادیا گیا۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک دورافتادہ گاؤں گندی عمر خان میں مقامی لوگوں نے ٹیلی فون پربات کرتے ہوئے بتایا کہ فاروق نامی شخص نے گاؤں کی ایک بڑی نورین سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا تاہم پہلے سے شادی شدہ ہونے سے بڑی کے والدین نے رشتہ دینے سے انکار کیا۔ جس کے بعد فاروق اور مذکورہ بڑی کسی نامعلوم مقام پر منتقل ہو گئے۔ اس پر بڑی کے ورثا نے معاملہ مقامی پنجاہیت کے سپرد کر دیا۔ پنجاہیت نے 3 دن قبل فیصلہ نتاتے ہوئے بڑی کے تین سالہ بھانجی سیمیر ابی بی کا نکاح وفی کے طور پر بڑی کے 45 سالہ ماموں محبوب کے ساتھ کرادیا۔ پنجاہیت کے سربراہ سیف الرحمن نے پہلے تو معاہلے کو جھوٹا قرار دیا۔ لیکن پھر انہوں نے 3 سالہ سیمیر ابی بی کی وفی کے جانے کی اس خبر کی قدریق کرتے ہوئے کہا کہ فریقین کے درمیان تصادم کا خطہ تھا۔ جس میں کئی جانیں ضائع ہو جاتیں۔ لہذا "انسانی ہمدردی" کے نام پر انہوں نے فاروق کو 5 سال کیلئے علاقہ بدر کر دیا (۱۱)۔

۲۔ میانوالی کے نواحی و اندھا چاہہ ہاتھی خیلانوالہ کے عبدالرحمن نے قتل کی صلح میں اپنی بیٹی اور بھتیجی کو وفی کر دیا۔ تفصیلات کے مطابق میانوالی کے نواحی و اندھا چاہہ ہاتھی خیلانوالہ کے عبدالرحمن وغیرہ نے دس سال قبل دیرینہ دشمنی کی بنا پر محمد خان کو قتل کر دیا جس پر ضیاء اللہ خان، محمد خان اور معزز زین علاقہ پر مشتمل پنجاہیت نے فیصلہ کیا کہ صلح میں 5 لاکھ بطور تھاصص یادو کمسن بچیاں جن کی عمریں پانچ پانچ سال کے قریب تھیں وفی کرنے کی شرط رکھی گئی۔ وفی ہونے والی بچی کرن دختر عبدالرؤف اور شازیہ دختر عبدالرحمن کا نکاح کر دیا گیا۔ بعد ازاں دونوں بڑیوں نے وفی ہونے سے انکار کر دیا (۱۲)۔

۳۔ مہمند اجنبی میں دشمنی ختم کرنے کے لئے لڑکی کو دنی کر دیا گیا۔ جس سے فریقین کے درمیان دیرینہ دشمنی دوستی میں بد لگی جو گے کے سامنے دونوں فریق بغل کیر ہو گئے اب تک دونوں جانب سے ۳ افراد دشمنی کی بھدیٹ چڑھ چکے تھے قصیلات کے مطابق تحصیل پنڈیاں کے ملک سید محمد جان اور ملک دخترستان کے درمیان عرصے سے دشمنی چلی آرہی تھی جس میں اب تک ایک بچہ سمت ۳ افراد ہلاک ہو چکے تھے۔ اتوار کے روز حلیم زمی قبیلہ کے سر کردہ عماں دین ملک اور نگزیب، ملک دلاور، ملک ذرگروغیرہ پرمختل جو گئے فریقین کے درمیان قبائلی راویات کے مطابق فیصلہ کر دیا جس کے مطابق سید محمد جان اپنی بیٹی ملک دخترستان کے بیٹے کو دیں گے اور ساتھ ہی ۶ لاکھ بھی ادا کریں گے۔ جس سے ملک دخترستان کے اب تک دشمنی میں ہونے والے مالی نقصان کا ازالہ ہو گا۔ فریقین جو گہ کے سامنے بغل کیر ہو گئے اور آئندہ بھائیوں کی طرح رہنے کا عزم کیا (۱۲۳)۔

۴۔ شکار پور (سنده) کے کچے کے علاقے میں جتوئی قبیلے کے دو گروہوں میں چھ سال سے جاری تصادم کے خاتمے کے لئے یو، سی ناظم میر نیاز حسین جتوئی کی سربراہی میں جو گہ ہوا، جس میں قتل کا الزام سامنے آنے پر جرمانے کے طور پر چھ بھیوں کا نکاح اسی وقت دگنی عمر کے افراد کے ساتھ پڑھا دیا گیا اور ایک تیرہ سالہ لڑکی کو پچھن سالہ شخص کے ساتھ رخصت کرنے کا حکم دیا گیا۔ ڈی پی اوکی ہدایت پر تمام افراد کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا (۱۲۴)۔

وہی کی مختلف صورتیں:

مختلف قسم کے جھگڑوں میں لڑکیوں کو دنی کرنے کی مختلف صورتیں ہیں۔ جن کا جائزہ ذیل میں لیا جا رہا ہے۔  
۱۔ قتل کے بد لے دنی کر دینا:

اسکی صورت یہ ہے کہ ایک خاندان یا قبیلہ کے فرد سے جب کسی دوسرے خاندان یا قبیلہ کا فرد قتل ہو جائے تو صلح کی صورت میں متاثرہ خاندان کو خون بہا ادا کیا جاتا ہے۔ گری بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ متاثرہ خاندان خون بہا کے بد لے میں لڑکی طلب کرتا ہے۔ اور اس طرح "چٹی" کے طور پر لڑکی فریق خلاف کو دنی کر دی جاتی ہے۔

۲۔ بدکاری کے بد لے دنی کرنا:

دنی کی دوسری صورت بدکاری سے متعلق جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے لڑکی کو دنی کرنے ہے اسکی صورت یہ ہے کہ بعض دفعہ ایک خاندان کے کسی فرد سے بدکاری کا جرم سرزد ہوتا ہے۔ تو اس صورت میں عزت کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور نوبت قتل و فسا دتک جا پہنچتی ہے۔ چنانچہ ایسی صورت میں دونوں قبائل کے درمیان دشمنی کی آگ کوٹھنڈا کرنے کے لیے جو گہ بلا یا جاتا ہے۔ جس میں اس بات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ زیادتی میں ملوث خاندان فریق خلاف کو اپنی لڑکی (چاہے وہ بیٹی، بہن، یا بھائی یا بھتیجی ہو) دنی کر دی جاتی ہے۔ تاکہ مزید خون خراਬ سے بچا جاسکے۔

۳۔ مالی نقصان کے بد لے و فنی کرنا:

لڑکیاں و فنی کرنے کی تیسری صورت مالی نقصان کے بد لے و فنی کرنا ہے۔ اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی ایک قبیلے کے فریق کی دوسرے قبیلے کے فریق کو چوری، ڈیکھتی یا کسی بھی قسم کا مالی نقصان پہنچا کر میں تو اس صورت میں متاثرہ فریقین کے اندر غرض و غصب اور اشتغال کی جو صورت جنم لیتی ہے۔ اسکو وہ کئے اور صلح کی صورت نکالنے کے لیے ہرگز یا پہنچات میں اس بات کا فیصلہ کیا جاتا ہے کہ یا تو اس نقصان کا ازالہ مالی تاداں کی صورت میں جرمانے کے ساتھ کیا جائے لیکن اگر زیادتی میں ملوث خاندان کے پاس اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے زمین، جاسیدا دیا پیسہ نہ ہو تو وہ اپنی لڑکی متاثرہ خاندان کی خواہش پر اُن کو و فنی کر دیتے ہیں۔

محمد علی بابا خیل نے اپنی کتاب میں تین قسم کے سوارہ کا تذکرہ کیا ہے۔ ۱۔ یک طرفہ سوارہ، ۲۔ دو طرفہ سوارہ، ۳۔ تین طرفہ سوارہ۔ ان کی تفصیل بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان تینوں اقسام میں اول انزکر قسم سب سے زیادہ راجح ہے، جس میں ملزم پارٹی متاثرہ پارٹی کو بطور صلح ایک عورت پیش کرتی ہے، جس کے بد لے میں متاثرہ پارٹی جرگے کے رو برو مستقبل میں کسی بھی قسم کی قتل و غارت کرنے کا اقرار کرتی ہے۔ مستقبل میں اگر متاثرہ پارٹی اس اقرار کی پاسداری نہیں کرتی تو نہ صرف جرگہ کی طرف سے اسے تقدیک کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ اس کا وقار اور عزت تک ختم ہو جاتی ہے اور مستقبل میں اس پارٹی کی جرگوں میں کوئی شنوائی نہیں ہو پاتی۔ دوسری قسم میں فریقین کی طرف سے عورتوں کا تبادلہ ہوتا ہے، البتہ ملزم پارٹی متاثرہ پارٹی کو کچھ میں یا نقدی بھی دیتی ہے، سوارہ کی تیسری قسم دراصل دوسری قسم ہی کی طرح ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اس میں ملزم پارٹی دعوتوں کو بطور سوارہ پیش کرتی ہے (۱۵)۔

رسم و فنی اور اسلامی طریقہ سزا:

اسلام امن اور سلامتی کا دین ہے اور اُن کی جگہ نہ فتنہ و فساد اور قتل و غارت سے منج کرتا ہے۔ اس کے نزد دیک کفر کے بعد مومن کے قتل سے بڑا کوئی گناہ نہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَمَنْ يَقْتُلُ مُؤْمِنًا مُتَعِيْدًا فَجَزَّ أَوْهَ جَهَنَّمَ خَلِدًا فِيهَا وَعَصِيَّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَأَعَذَّ اللَّهُ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ (۱۶)

”اور جو عملاً کسی مومن کو قتل کر دیتا ہے، اس کی سزا جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا، اور اللہ کا اس پر غضب ہے اور اس پر لعنت کی ہے اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے“

اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی اس بارے میں انتہائی سخت وعدیدیں آئی ہیں۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

”أَوْلُ مَا يَقْفَى بَيْنَ النَّاسِ، يَوْمُ الْقِيَامَةِ، فِي الدَّمَاءِ“ (۱۷)

”قیامت کے دن لوگوں میں سب سے پہلے خون کے مقدامات کے نیچے ہوں گے“

اسی طرح آپ کا ارشاد ہے:

”نزوال الدنیا اهون علی اللہ من قتل مومن بغیر حق“ (۱۸)

”اللّٰہ کی نظر میں کسی مومن کو ناجحت قتل کرنے سے پوری دنیا کا بتابہ ہو جانا بھی کم اہمیت رکھتا ہے“

”عقبتہ ان عام الجهنمی قال قال رسول اللہ ﷺ من لقى الله لا يشرك به شيئاً ولم يتنز بدم حرام دخل الجنّة“ (۱۹)

”عقبہ بن عامر نے فرمایا کہ حضور نے ارشاد فرمایا جو خدا سے اس حال میں ملے کہ اس کے ساتھ ذرا برابر شریک نہ ہو اور خون ناحق سے پاک ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گا“

لیکن اگر کبھی دانتہ یا غیر دانتہ قتل ہو بھی جائے تو اس کے لیے اسلام نے قصاص و دیت کے مفصل احکامات بیان کئے ہیں جنکی مختصر و صاحت حسب ذیل ہے۔

قصاص کا لغوی و اصطلاحی مفہوم:

قصاص کا لفظ ”قص“ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی دوسرے کا نقش قدم تلاش کرنے اور اس پر چلنے کے ہیں۔ عربی زبان میں قص کے معنی کائنے کے بھی آتے ہیں، اس لئے بال کائنے کو ”قص الشعر“ کہتے ہیں (۲۰)۔ اسی معنی میں یہ لفظ قرآن کریم میں بھی بار بار استعمال ہوا ہے۔ ☆ قتل کے بد لے قتل میں بھی یہی ہوتا ہے کہ بدله لینے والا قاتل کی راہ پر چلتا ہے، اس لئے اس کو قصاص کہتے ہیں (۲۱)۔

ابو حییب سعدی قصاص کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

”ان يوقع على العجاني مثل ما جنَى“ (۲۲)

اصطلاحی طور پر کسی شخص کو جسمانی ایذ یا قتل کر دینے کی وجہ سے مجرم کو وہی سزا دینے کا نام قصاص ہے۔

قصاص کی صورت:

قصاص کی صورت یہ ہے کہ اگر مقتول کا وارث قصاص کا مطالبہ کرے تو قاتل پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے آگے سر جھکا دے اور حکم شرع کے مطابق قصاص دینے کے لیے تیار ہو جائے۔ اور وہی پر فرض ہے۔ کہ وہ انتقامی جذبے کو محض قاتل تک مدد و در کئے (۲۳)۔

دیت:

لسان العرب میں دیت کے لغوی معنی درج ذیل بیان کئے گئے ہیں۔

”حق القتيل، وقد دينه و ديا“ (۲۴)

اصطلاحی معنی و مفہوم:

ابو حبیب سعدی دیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فِي الشَّرْعِ: اسْمُ الْمَالِ الَّذِي هُوَ بَدْلُ النَّفْسِ“

”ہی المال الواجب بالجناحیہ علی الحرج فی نفس او فيما دونها مما له ارش مقدّة“ (۲۵)

”دیت و معاوضہ ہے جو مجرم یا اس کے عاقلہ یا کسی ایسے شخص کی جانب سے معاوضہ کی ادا نگی کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہو، مقتول کے ورثا کو ادا کیا جائے“

چنانچہ اسلام میں قتل کے بد لے قصاص و دیت کے احکام موجود ہیں، قرآن پاک میں قصاص و دیت کا ذکر اس طرح ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْفَتْنَى الْحَرُّ بِالْحَرُّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْأُنْثُى بِالْأُنْثُى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتَّبِعُ بِالْمَعْرُوفِ وَ اذْأَءُ إِلَيْهِ بِالْحَسَانِ ذَلِكَ تَحْقِيقُ مِنْ رَبِّكُمْ وَ رَحْمَةً فَمَنْ اغْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَيْمَنٌ﴾ (۲۶)

”مومنو! تم پر مقتولوں کے بارے میں قصاص (یعنی خون کے بد لے خون) کا حکم دیا جاتا ہے۔ (اس طرح پر کہ) آزاد کے بد لے آزاد (ما راجائے) اور غلام کے بد لے غلام اور عورت کے بد لے عورت اور اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کر دیا جائے تو (دارث مقتول کو) پسندیدہ طریق سے (قرارداد کی) پیر وی (یعنی مطالبة خون بہا) کرنا اور (قاتل کو) خوش خوئی کیسا تھا ادا کرنا چاہیے۔ یہ پروردگار کی طرف سے تمہارے لیے آسانی اور سہبہ ای ہے، جو اس کے بعد ذیادتی کرے اس کے لیے ذکر کا عذاب ہے۔“

ارشاد بانی ہے:

﴿وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْأَعْيُنَ بِالْأَعْيُنِ وَ الْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَ الْأَذْنَ بِالْأَذْنِ وَ السَّيْنَ بِالسَّيْنِ وَ الْجُرُوحُ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَارَةٌ لَهُ وَ مَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُون﴾ (۲۷)

”اور ہم نے ان لوگوں کے لیے (تورات میں) یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بد لے جان اور آنکھ کے بد لے آنکھ اور کان کے بد لے کان اور دانت کے بد لے دانت اور سب زخموں کا اس طرح بدلہ ہے لیکن جو شخص بد لے معاف کر دے وہ اس کے لیے کفارہ ہو گا اور جو خدا کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے لوگ بے انصاف ہیں۔“

﴿وَمَنْ قُتِلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَ دِيْنَ مُسْلِمَةٍ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَن يَصَدِّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَذَّلُكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَ إِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيشَاقٌ فَدِيْنَهُ مُسْلِمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فِصَامًا شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعِيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللّهِ وَ كَانَ اللّهُ عَلِيِّيْمًا حَكِيمًا﴾ (۲۸)

”اور جو بھول کر بھی ایک مومن کو مارڈا لے تو (ایک تو) ایک مسلمان غلام آزاد کر دے اور دوسرا مقتول کے دارثوں کو خون بہا دے دے، ہاں اگر وہ معاف کر دیں (تو ان کو اختیار ہے) اگر مقتول تمہارے دشمنوں کی جماعت میں سے ہو اور وہ خود مومن ہو تو صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے اور اگر مقتول ایسے لوگوں میں سے ہو جن میں اور تم میں صلح کا عہد ہو تو دارثان مقتول کو خون بہا دینا اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے۔ اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھے یہ کفارہ خدا کی طرف سے (توبوں) توبہ کیلئے ہے اور خدا سب کچھ جانتا (اور) بڑی حکمت والا ہے۔

اسی طرح احادیث مبارکہ کی ایک کثیر تعداد ہے جن میں تصاص و دیت کے بارے میں ارشادات و احکامات نبوی ملتے

ہیں۔

”عن ابی هریرۃ قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم من قتل له قتيل و هو بخیر النظرين اما ان يقتل و اما ان يفدى“ (۲۹)

”ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو قتل کیا جائے وہ دو باقوں میں سے ایک بات اختیار کر سکتا ہے یا تو قاتل کو قتل کیا جائے یا فدیہ لے لیا جائے“

”عن ابی شریح الخذاعی قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم من اصیب بدم او خیل والخجل الجراح فهو بالختار بين احدی ثلاث فان اراد الابعة فخذلها على يد يه ان يقتل او يغفو او ياخذ الديمة فمن فعل شيئا من ذا لک فعاد فان له نار جهنم خالدا مخلدا فيها ابدا“ (۳۰)

”ابو شریح الخذاعی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا کوئی شخص قتل ہو جائے یا جسے کوئی رزم پہنچ تو وہ تین امور میں سے ایک بات اختیار کر سکتا ہے اگر کوئی چھی بات اختیار کرنا چاہے تو انھیں منع کر دو یا تو قاتل کو قتل کیا جائے، یا معاف کیا جائے، یا دیت لی جائے اور اس سے بڑھ گیا تو اس کے لیے جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا“

حقوق نسوان کے منافی پاکستانی رسم و نو

کے سبب ان کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے۔

ا۔ حد کی تعریف و توضیح:

”حد“ اس شے کو کہتے ہیں جو دو شے کے درمیان رکاوٹ بنتی ہے۔ تاج العروس میں حد کے لغوی معنی ہیں ”المائزین اشیئین“ (۳۲)۔

الشوكاني نے حد کی تعریف نقل کی ہے: ”وَ فِي الشَّرْعِ عَقُوبَةٌ مُقْدَرَةٌ لَا جُلُّ حَقِّ اللَّهِ“ (۳۵)

حد کی ایک اور تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

”الحد فی الْغَةِ هُوَ الْمَنْعُ مِنْهُ الْحَدَادُ لِلْبَوَابِ وَ فِي الشَّرِيعَةِ الْعَقُوبَةُ الْمُقْدَرَةُ حَقًا لِلَّهِ تَعَالَى إِلَيْهِ لَا يُسَمِّي الْقَصَاصَ حَدًا لِمَا نَهَى حَقُّ الْعَبْدِ وَ لَا التَّعْزِيرُ لِمَدْعُومِ التَّقْدِي“ (۳۶)

”افت میں حد کے معنی منع کے ہیں، اسی لیے دربان کو حداد کہتے ہیں، اور شریعت میں حد اس مقررہ سزا کو کہتے ہیں جو خداوند تعالیٰ کا حق ہو یہی وجہ ہے کہ قصاص کو حد نہیں کہا جاتا، کیونکہ وہ بندے کا حق ہے۔ اور تعزیر کو بھی حد نہیں کہتے کیونکہ وہ مقررہ سزا نہیں ہے“

حدود کی اقسام:

حدود میں سزا پہلے سے من جانب شارع مقررہ ہوتی ہے اور وہ بطور حق خداوندی واجب ہے، کیونکہ جن جرائم میں شارع کی طرف سے سزا میں مقرر کردی گئی ہیں، معاشرتی نقطہ نظر سے وہ حد درجہ قابل توجہ اور اہم ہوتی ہے جن جرائم پر حد واجب ہے وہ یہ ہیں چوری، ڈاکہ، زنا، قذف، شراب خوری، ارمادا اور بغاوت (۳۷)۔

زنا / بدکاری:

زنا بھی حدود میں شامل ہے اور جب بھی کوئی زنا کا مرتكب ٹھہرے گا اس پر حد واجب ہوگی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

﴿الْزَانِيَةُ وَالزَّانِيُّ فَاجْلِدُوْا كُلَّا وَاحِدِ مِنْهُمَا مِمَّا تَدْعُوا جَلَدَةً﴾ (۳۸)

”بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سوکوڑے مارو“

اس سے پہلے سورۃ نساء میں ارشاد و اتحا:

﴿وَاللّٰهُمَّ يَأْتِيُنَّ الْفَاجِحَةَ مِنْ نِسَاءِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهَدُوْا

فَامْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيلًا وَاللّٰهُ يَأْتِيهِنَّا

مِنْكُمْ فَادْعُوهُمَا فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَغْرِضُوهُمَا إِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا﴾ (۳۹)

”تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتكب ہوں ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو، اور اگر

”عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ قال البعض الناس الى الله ثالثه ملحد في الحرام و مبتغ

في الا سلام سنة الجاهلية و مطلب رمما مرئي بغیر حق ليهر يق دمه“ (٣١)

”حضرت ابن عباس سے روایات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ سب سے زیادہ ان تین آدمیوں کا دشمن ہے۔ ایک تو اسکا جو جرم میں بے اعتدالی کرے (مثلاً خون خرابہ شکار وغیرہ) دوسرا وہ جو مسلمان ہو کر جاہلیت کی رسوم پر چلنا چاہے۔ تیردا وہ جو کسی آدمی کا ناقص خون کرنے کے لیے اس کے پیچھے گا،“

چنانچہ مذکورہ دلائل اس بات کا ثبوت ہیں کہ اگر فریقین میں قتل ہو جائے تو ان کے درمیان قصاص و دیت کے قانون کے تحت فیصلہ ہو گا اور اس قانون کے تحت بھی یہ بات واضح ہے کہ فریقین یا تلوں کا بدلتلوں سے لیں یا پھر صلح کر لیں اور صلح کی صورت میں عدل کی پاسداری اور زیادتی سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے، المرادی ابن تیمیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ انسان کے خون کا بدله لینا عدل ہے اور معاف کر دینا احسان ہے، اور اس میں احسان افضل ہے (٣٢)۔ اسی طرح صلح کا ذریعہ مال کو بنایا گیا ہے اور عورت کسی کا نہ ہی مال ہے اور ہی ملکیت اسی لیے عورت کو بطور صلح ذریعہ بنا نامہ صرف غلط بلکہ حرام ہے، اور اوپر ذکر کی گئی حدیث مبارکہ کہ جس میں قتل کی صورت میں تین باتیں یعنی قتل کرنا، معاف کر دینا یا پھر صلح کرنا کے علاوہ کسی بھی قسم کا مطالبه کرنے والے کی گرفت کرنے کو کہا گیا ہے چنانچہ اگر کوئی فرد واحد یا جماعت صلح کی خاطر فدیہ کے متین مال کے علاوہ یا اس کے مقابل کسی عورت کا مطالبه کرے تو اس کی گرفت کرنی چاہیے۔ قرآن مجید کی ایک آیت سے لطیف سا اشارہ بھی رقم کو بطور تائید کے ملتا ہے۔

﴿فَوَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ مَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا﴾ (٣٣)

”اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے، ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے، تو اسے چاہیے کہ قتل میں زیادتی نہ کرے“

درج بالا آیت مبارکہ مقتول کے وارث سے یہ تقاضا کر رہی ہے کہ وہ اگر قصاص بھی لے لیں ابھائی ردعمل کا اظہار بھی کرے تو اس میں بھی زیادتی کا مظاہرہ نہ کرے، تو یہ کیسے ممکن ہو گا کہ وہ قصاص جیسے سخت عمل کی انجام دیں پر تو قابو پا لے لیں یعنی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے لیکن صلح میں وہ زیادتی کرے، کہ جس چیز کے وہ مطالبة کا حق ہی نہیں رکھتا بلکہ جس چیز کا مطالبة آتا ہی ”زیادتی“ کے زمرے میں ہے وہ اسی کا مطالبه کرے۔

مذکورہ بالا بحث قتل کے بد لے دنی کرنے کی صورت میں تھی۔ اگر بدکاری یا زنا کاری کا معاملہ پیش آجائے تو اس میں حد اور تعزیر کے قوانین لا گو ہوتے ہیں، جہاں تک مالی نقصان کے بد لے عورت کو دنی کرنے کا تعلق ہے تو یہ بھی سراسر غیر اخلاقی اور غیر شرعی ہے، اسلام نے چوری، ڈیکٹی یا کسی بھی قسم کے مالی نقصان کے ازالہ کے لیے مفصل احکام دیے ہیں، موضوع کی اہمیت

چار آدمی گواہی دیدیں تو ان کو گھروں میں بذرکھو بیہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ نکال دے۔ اور تم میں سے جو اس فعل کا ارتکاب کریں، ان دونوں کو تکلیف دو، پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو انہیں چھوڑ دو کہ اللہ بہت قول کرنے والا اور حرم کرنے والا ہے۔

مندرجہ بالا دونوں آیات مبارکہ کی تقطیع حضرت عبداللہ ابن عباس کے اس قول سے ہو جاتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

”ابتداء میں عورت زنا کرنی تھی تو وہ گھروں میں قید کر دی جاتی تھی، اب اگر مر گئی تو مر گئی اور اگر زندہ رہی تو زندہ رہی، بیہاں تک کہ سورہ نور کی یہ آیت آگئی (الزایدۃ والزانی) تو اس طرح اللہ نے ان کے لیے ایک راہ پیدا کر دی، اب اگر کوئی اس طرح کی حرکت کرتا تو کوئی لگا کر چھوڑ دیا جاتا۔ میں زنا کی تعریف امام کاسانی اس طرح کرتے ہیں۔

”ایسی زندہ عورت کے ساتھ حرم کی جانب سے مجامعت کرنا جو ملک و نکاح میں نہ ہو اور نہ اس کے ملک و نکاح میں ہونے کا شہر ہو اور عورت زانیہ اس وقت شمار ہو گی جب کہ وہ اس حالت میں مرد کو اپنے ساتھ اس فعل کا ارتکاب کرنے دے،“ (۲۱)

زنا کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے۔

”والزنا هو وطأ الرجل للمرأة في فرجها من غير نكاح ولا شبهة نكاح“ (۲۲)

”زنایہ ہے کہ آدمی کا کسی عورت کے ساتھ بغیر نکاح و احتمال نکاح کے جماع کرنا۔“

#### (4) حذنا کے متفرق مسائل:

زنگواہوں کی گواہی یا اقرار سے ثابت ہوتا ہے لیکن یہ ثبوت امام کے پاس ہو گا کیونکہ امام کے علاوہ دوسرے کے پاس گواہوں سے اور اقرار سے کسی طرح زنا ثابت نہ ہو گا الہدایہ میں ہے۔

”والزِّنا يثبت بالبينة او الاقرار او المراد ثبوته عند الامام“ (۲۳)

”اور زنا گواہی یا اقرار سے ثابت ہوتا ہے اور اس کا ثبوت امام کے پاس ہو گا“

مولانا نقی امینی نے ثبوت زنا کے چار طریقے بیان کئے ہیں۔ ۱۔ اقرار ۲۔ گواہ ۳۔ حمل ۴۔ چھ ماہ سے کم میں ولادت (۲۴)۔

زنکے ثبوت کے لیے چار مددوں کی گواہی درکار ہے، چاہے مرد کے حق میں ہو یا عورت کے حق میں ہو، اسی طرح زنا کے لیے دخول شرط ہے اگر سرذ کر کو عورت کی شرم گاہ میں داخل نہیں کیا تو حدود اجنب نہ ہو گی کیونکہ وہ زنا نہیں بلکہ وہ لمس و مساس ہے۔ اس لیے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ بوس و کنار زنا نہیں ہے۔

جرم زنا کا ارتکاب کرنے والے لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔

1- زانی محسن      2- زانی غیر محسن  
1- زانی محسن :

محسن وہ شخص ہے جو بحالت نکاح اپنی بیوی سے مباشرت کر چکا ہو (۲۴)۔  
جبہور کے نزدیک زانی محسن کی سزا پھروں سے مار کر قتل کر دینا ہے، یادہ سزا جو اس کے قائم مقام ہو (۲۵)۔

2- زانی غیر محسن :

غیر محسن وہ شخص ہوتا ہے۔ جو بحالت نکاح اپنی بیوی سے مباشرت نہ کر چکا ہواں کے بارے میں اتفاق ہے کہ ایسے زانی کو سوکوڑے مارے جانے کی سزا دی جائے گی (۲۶)۔  
حد ذاتا میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں لیکن اگر دونوں محسن ہیں تو دونوں کو سنگار کیا جائے گا اور اگر دونوں غیر محسن ہیں تو دونوں کو کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور اگر ان میں ایک محسن ہے تو اُسے سنگار کیا جائے گا، اور دوسرا کو کوڑے لگائے جائیں گے (۲۷)۔

## تعزیر اور اس کے مسائل:

فتها کے نزدیک تعزیر کی تعریف درج ذیل ہے۔

”یہ ایک غیر مقررہ سزا ہے جو بطور حق پاری تعالیٰ یا بطور حق انسان اُن جرائم پر واجب ہوتی ہے جس کے بارے میں حدود اور کفارات متعین نہ ہوں، تادیب، اصلاح اور جرائم سے باز رکھنے کے لحاظ سے یہ حدود کے مماثل ہے“ (۲۸)

محمد اعلیٰ تھانوی حد اور تعزیر میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”التعزير كالتصرييف من العذر بالزاء المعجمة بمعنى الردع و شرعاً هو تاديب دون الحد كما في الكافي والفرق بينه وبين الحد على ما في فتاوى الا حتساب ان الحد مقدر والتعزير مفوض الى رأي الامام وان الحد يدا بالشبهات والتعزير يجب مع الشبهات وان الحد لا يجب على الصبي والتعزير يشرع عليه“ (۲۹)

”تعزیر عذر سے ہے جس کے معنی روکنا، دھمکی دینا ہیں شرعی طور پر وہ ادب دینا ہے اور حد اور تعزیر کے درمیان فرق یہ کہ جیسا کہ فتاویٰ احتساب میں ہے کہ بے شک حد مقرر شدہ ہوتی ہے جبکہ تعزیر امام کی رائے پر منحصر ہوتی ہے اور حد شبہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے اور تعزیر شبهات، ہی کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے۔ اور حد پرچے پر نہیں لگتی جبکہ تعزیر اس پر جاری ہوتی ہے“

تعزیریکی دو تسمیں بیان کی جاتی ہیں، ایک وہ تعزیر جو اللہ کے حق کے طور پر ہو، دوسری وہ جو انسان کے حق کے طور پر ہو، مثلاً نماز نہ پڑھنے والے، شراب پینے والے، عز رشیعی کے بغیر رمضان کا روزہ نذر کھنے والے اور شراب نوشی کی مجلس میں شریک ہو نے والے کو جو تعزیری سزا دی جاتی ہے اس میں واضح طور پر خالص اللہ کا حق کا فرقہ ما ہوتا ہے۔ کیونکہ ان جرماتم سے کسی خاص فرد کا کوئی خاص نقصان نہیں ہوتا اس طرح اگر ایک نابالغ لڑکا کسی کو گالی دیتا ہے تو اسے جو تعزیری سزا دی جائے گی وہ خالص اس فرد کا حق ہو گا جسے گالی دی گئی ہے۔ کیونکہ نابالغ حقوق اللہ کا مکلف نہیں ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعزیر میں اللہ کا حق اور فرد کا حق دونوں مخلوط ہوتے ہیں مثلاً دوسرے کی بیوی سے بوس و کنار اور اس سے تعلیم میں ملنے پر (جبکہ زنا کا کوئی ثبوت نہ ہو) جو تعزیری سزا نافذ ہوئی ہے اس میں حقوق فرد بھی موجود ہے اور اللہ کا حق بھی ہے۔

نفقة عفرييہ کے مطابق اگر کوئی شخص کسی عورت کا بوسے لے یا اس کے ساتھ لیٹ جائے یا اس سے معانقة کرے یا اس قسم کی کوئی اور لذت حاصل کرے جو شرم گاہ کے علاوہ ہو تو اس پر تعزیر ہوگی اور حد جاری نہیں کی جائے گی اور تعزیر کا حکم، حاکم شرعاً جو مناسب سمجھے گا کرے گا (۵۰)۔

درج بالا بحث کے بعد اس سرقہ کی بابت وضاحت درج کی جا رہی ہے۔

۲۔ سرقہ:

کسی کا محفوظ مال مخفی طریقہ سے ہتھیا لینا، مثلاً دکان یا مکان میں داخل ہو کر کپڑے، یا جناس، یا سونا اور چاندی وغیرہ لے جانا سرقہ کہلاتا ہے۔

لغوی و اصطلاحی مفہوم:

”السَّرِقَةُ أَخْذُ مَا لَيْسَ لَهُ أَخْذُهُ فِي خَفَاءٍ وَصَارَ ذَالِكُ فِي الشَّرِيعَةِ لِتَنَاؤِلِ الشَّيْءِ مِنْ

مُوْضُوِّعِ مُخْصُوصٍ وَقُدْرِ مُخْصُوصٍ“ (۵۱)

”سرقة کے معنی خفیہ طور پر اس چیز کے لے لینے کے ہیں جس کے لینے کا حق نہ ہو اور اصطلاح شریعت میں کسی چیز کو محفوظ جگہ سے مخصوص مقدار میں لے لینے کے ہیں“

چوری کا حکم:

یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

»وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْ آأَيْدِيهِمَا بَحْرَآءَ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ  
﴿

حَكِيمٌ﴾ (۵۲)

حقوق نسوان کے منافی پاکستانی رسم و فن

”چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو، یہ اللہ کی طرف سے ان کے کام کی سزا ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے“

رسول اللہ ﷺ نے چور پر لعنت کرتے ہوئے فرمایا:

”لَعْنَ اللَّهِ السارِقُ أَنْ يَسْرُقَ الْبَيْضَةَ قَطْعَتْ يَدَهُ“ (۵۳)

”اللہ چور پر لعنت کرے، کوہاٹ اچھا تا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے“

آپؐ نے چوری کرتے وقت چور کے ایمان کی نفی کی ہے فرمایا:

”لَا يَسْرُقُ السارِقُ حِينَ يَسْرُقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ“ (۵۴)

”چور چوری کرتے وقت مومن نہیں ہوتا“

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

”وَالذِي نفْسِي بِيَدِهِ لَوْ فاطِمَةُ بْنَتُ مُحَمَّدٍ فَعَلَتْ ذَالِكَ لِقَطْعَتْ يَدَهَا“ (۵۵)

مجھے اس ذات کی قسم ہے، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میری بیٹی فاطمہ بھی اگر چوری کر لیتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

یہ تو سرقة کی بابت تعارف تھا، اب ذیل میں مباربت کا بیان ہے۔

### ۳۔ اہل مباربت کی تعریف:

مسلمانوں میں سے ایک ٹوی طاقت اور قوت حاصل کر کے عام لوگوں کے خلاف ہتھیار اٹھائیں، ان کے راستے محدود کر دیں، لوگوں کو قتل کریں اور ان کے اموال لوٹ لیں تو وہ مبارین ہیں (۵۶)۔

مارب لوگوں کے احکام:

ماربین کے لیے احکام خداوندی ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعُونَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقْتَلُوا أَوْ يُصْلَبُوا أَوْ تُنْقَطَعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خَلَافِ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْنَى فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (۵۷)

”ان لوگوں کی سزا، جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ مباربت کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، یہ ہے کہ قتل کئے جائیں، یا سول پر لٹکائے جائیں، یا مختلف اطراف سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں، یا ان کو علاقہ بدر کر دیا جائے“

درج بالا بحث اس بات کی عکاس ہے کہ کسی فتنہ و فساد یعنی چوری، ڈیکتی یا کسی بھی قسم کے مالی نقصان کی صورت میں مجرم کے یا تو ہاتھ، یا تو پاؤں کاٹ دیے جائیں، یا علاقے سے نکال دیا جائے یا پھر پھانسی اور قتل کے ذریعے آن کا انعام سامنے لایا جائے، اس کے علاوہ کوئی اور صورت یا طریقہ ذریعہ نہیں ہے کہ جس سے نقصان کا ازالہ کرنے کا حکم موجود ہو۔ بلکہ زانی، سارق اور محارب کا کیس اگر حاکم وقت یا عدالت کے رو بروپیش ہو جائے تب تو صلح اور معافی کی گنجائش بھی ختم ہو جاتی ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

”من حالت شفاعته دون حد من حدود الله فقد ضاد الله أمره“ (۵۸)

جس کی سفارش اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے آگے مائل ہو گئی تو اس نے اللہ کے حکم کی خلافت کی۔

اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ان گندے کاموں میں سے کسی کا ارتکاب کیا، اُسے اللہ کے ڈالے ہوئے پر دے میں چھپر ہنا چاہیے، جس نے ہمارے رو بروپیاراز فاش کیا تو اس پر ہم کتاب اللہ کا قانون نافذ کر کے چھوڑیں گے (۵۹)۔ چنانچہ اس طرح کے معاملات باہمی طور پر طے ہو جائیں اور صلح وغیرہ ہو جائے تو بہتر ہے، بصورت دیگر تو مدعی صلح کا موقع بھی ضائع کر بیٹھے گا، بہر حال ایسے تنازعات کا فیصلہ باہمی ہو یا عدالت کے ذریعے سے ہو، یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ ایسے تنازعات میں اڑکیوں کو دینی کرنا سارہ غیر انسانی اور غیر شرعی ہے۔

اگر سرمدنی کو اسلامی فلسفہ کے معیار پر کھا جائے تو بھی رسم ہذا غیر شرعی نظر آتی ہے۔ قرآن مجید میں واضح حکم آتا ہے کہ

﴿لِلرَّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا أَكْتَسَبُوا وَ لِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا أَكْتَسَبْنَ﴾ (۲۰)

مردوں کو وہی ملے گا جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کو بھی وہی ملے گا جو انہوں نے کمایا۔

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿لَا تَزِرُ وَارِدَةٌ وَرِزْرُ اخْرَى وَ إِنْ تَدْعُ مُنْقَلَةً إِلَى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَ لَوْ كَانَ ذَاقَرْبَى إِنَّمَا تُنذرُ الَّذِينَ يَخْشُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ مَنْ تَزَكَّى فَإِنَّمَا يَتَرَكَّبُ لِنَفْسِهِ وَ إِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ﴾ (۶۱)

اسی طرح رسول اللہ کا ارشاد مبارک ہے جو آپ نے جنتہ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ سنو کوئی جرم کرنے والا اپنے سوا کسی پر جرم نہیں کرتا۔ نہ باپ کے جرم کی ذمہ داری اس کے بیٹے پر ہے، نہ بیٹے کے جرم کی ذمہ داری اس کے باپ پر ہے۔

”عن سليمان بن عمرو بن الأحوص عن أبيه قال سمعت رسول الله يقول في حجة الوداع الا لا يجني جان الا على نفسه لا يجني والده على ولده ولا مولود على

والدہ،) (۶۲)

”سلیمان بن عمرو بن احوص روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ سے سن آپؐ نے جب اللوادع کے موقع پر ارشاد فرمایا! آگاہ ہو جاؤ جو صور کرے گا وہ اپنی ہی ذات پر کرے گا، باپ کے صور میں بیٹا نہیں کپڑا جائے گا اور بیٹے کے صور میں باپ کو سزا نہیں دی جائے گی“  
مولانا حیدر ازماں اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”یہی شرع کا حکم ہے اور یہی قانون عدالت کا یعنی یہ نہ ہو گا کہ باپ کے جرم میں بیٹا کپڑا جاوے یا بیٹے کے جرم میں باپ، جیسے ظالم لوگ کیا کرتے ہیں۔ عرب جاہلیت کے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ جب ایک شخص نے کسی کو مارڈ الا تو مقتول کے قبیلے والے اس کے بدл میں قاتل کے قبیلے میں سے ایک شخص کو مار ڈالتے خواہ وہ قاتل ہو یا نہ ہو۔ یہ صریح بے انصافی اور بے غیرتی ہے،“ (۲۳)  
آپؐ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”لا لا تجنی اُم علیٰ ولدِ الا لا تجنی ام علیٰ ولدِ“ (۲۴)

”خبردار کسی ماں کے جرم کی ذمہ داری اس کے بیٹے پر نہیں، خبردار کسی ماں کے جرم کی ذمہ داری اس کے بیٹے پر نہیں“

اس کے بعد آنحضرتؐ نے کھول کر بیان فرمادیا کہ

”لا تجنی نفس علیٰ اُخْرَى“

اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا عطاء اللہ سید دوڑوک وضاحت فرماتے ہیں کہ:  
 مجرم کے جرم کی سزا اس کے باپ، بیٹے، بھائی یا دوست وغیرہ کو نہیں دی جا سکتی اور مفرور مجرم کو کپڑے نے کر لیے اس کے اقارب پرختنی کرنا شرعاً منوع ہے (۲۵)۔  
علاوه ازیں آپؐ کا ارشاد ہے کہ:

”خیار کم خیار کم لنساء هم“ (۲۶)

”تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہے“

آنحضرتؐ کا درج بالا بیان تو تقاضا کرتا ہے کہ اس صنف نازک کے ساتھ خیر خواہی، احسان اور حسن سلوک کا برداور کھانا چاہیے لیکن ہمارا معاشرہ ایسا کرنے کے بجائے اُنہاں کا اپنا حق بھی سلب کئے بیٹھا ہے، اور اپنے سکھ، مفاد اور بچاؤ کی خاطر اس صنف کو اپنی ڈھال بنا رہا ہے، ارشاد نبوی ہے کہ:

”خیر کم خیر کم لاہلہ وانا خیر کم لاہلی“ (۶۷)

”تم میں سے بہترین انسان وہ ہے، جو اپنے اہل و عیال کے حق میں بہتر ہے اور میں تم سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہوں“

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اہل و عیال کی بہتری اور خیر خواہی بھی ہے کہ انہیں اپنے مفادات کی بھیت چڑھایا جاتا رہے اور اپنے بچاؤ اور سکون کے لیے ثنوں کے زندگی میں دے دیا جاتا رہے، آنحضرتؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومن ہو، نہیں سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہ خواہش نہ رکھے جو وہ اپنے لئے رکھتا ہے (۶۸)۔

یہ بتایا جائے کہ کوئی شخص چاہے گا کہ وہ ساری زندگی غلامی کے طور پر قبول کرے، کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ وہ کسی اور کے جرم کی سزا بھیلے، اگر جواب نہیں میں ہے تو پھر ایک عورت سے توقع رکھنا کہ وہ ناکردار گناہوں کی سزا بھکتے، لتنی نا انصافی کی بات ہے اور اگر اس کا جواب ہاں میں ہے تو معاشرہ آج یہ فیصلہ کر لے کہ اپنی عزت اور غیرت کو نہیں بلکہ اپنی طاقت اور اتنا کو بطور صلح پیش کیا جائے گا اور کسی بھی تنازع کے فیصلہ میں مرد فرقی خلاف کے سپر دکیا جائے گا۔

#### خلاصہ بحث:

مندرجہ بالاسطور میں رسم و فن کا جائزہ لیا گیا اور یہ بات سامنے آئی کہ رسم نذکورہ کا نفاذ پاکستان کے ہر حصے میں کسی نہ کسی سطح پر موجود ہے۔ البتہ رسم نذکورہ پر تحقیق کرنے کے بعد رقم کی رائے میں ورنی کا سب سے زیادہ اور پرانا استعمال پٹھان قبیلوں میں ہے، اپنی رائے کی تائید میں رقم ایڈورڈ۔ ای۔ الیور کی کتاب سے بطور حوالہ چند سطور رقم کرتا ہے۔

ان معاملات میں قرینہ کے لحاظ سے کوئی قبیلہ وزیریوں کی ہم سری نہیں کر سکتا، اس نے یا اس کے آبا اور جداد نے متلوں پہلے اس رسم و رواج کو قانون کی شکل دی، اور اس کے فوجداری قوانین بھی تین سوال پر اُنے ہیں، اس کے قابل غور حصے تین ہیں۔ ۱۔ وہ جرام جو کسی شخص کے خلاف ہوں۔ ۲۔ جو جائیداد سے متعلق ہوں۔ ۳۔ جو عروتوں سے متعلق ہوں۔ ان جرام کا مالی متبادلہ علی الترتیب ۲۰۰ اور ۲۰۰ روپے ہے، اسے اکثر و پیشتر پیدا اور یادگار اشیاء کی صورت میں دیا جاتا ہے، جن میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں (۶۹)۔

اس سے پہلے وضاحت کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ پٹھانوں کے ہاں ایک قتل کے بد لے بارہ عورتیں، ایک ہاتھ، کان یا ناک کے بد لے چھ عورتیں، ایک دانت پر تین عورتیں اور پیشانی سے اوپر کے زخم کے لیے ایک عورت دینا پڑتی ہے (۷۰)۔ رسم نہاد کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن علاقوں یا قبیلوں میں یہ رسم نافذ ا عمل ہے وہاں عورت کی حیثیت ایک جائیداد کی مانند ہے، جسے کسی نقصان یا تصرفیہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے خدا نے بزرگ و برتر نے باپ کو اپنی بیٹی کا دلی قرار دیا ہے اس کا نتھیاں قرار دیا ہے۔ اسے مالک نہیں بنایا، بیٹی اپنے باپ کے پاس خدا نے بزرگ و برتر کی رحمت کے طور پر ایک امانت ضرور ہے، مگر اس کی ملکیت نہیں ہے۔ جب کہ کسی قسم کے بھگڑے کی صلح میں ہمیشہ اپنی جائیداد، زمین دوست وغیرہ جو مرد کی ملکیت ہواں کے تصرف میں ہو وہ صرف وہی دے سکتا ہے۔ لڑکی تو چونکہ اس کی ملکیت ہی نہیں وہ کیسے اسے دے سکتا ہے۔

جبیسا کہ قرآن و حدیث کے مطالعے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اگر قتل کے جرم کا ارتکاب ہو بھی جاتا ہے تو سب سے پہلے سزا دستور کے موافق مجرم کو ملنی چاہئے۔ چاہے وہ قتل کے بد لے قتل کیا جائے یا سگار کیا جائے یا کسی اور سزا کا مستحق ٹھہرے۔ مثلاً زمین، زر، جائیداد وغیرہ کی صورت میں معاوہ ضردا کیا جائے یہ تو کہیں بھی نہیں ہے کہ لڑکی کو کسی دوسرے کے لئے سزا کے طور پر دشمنوں کے حوالے کر دیا جائے۔

ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ قاتل روپیش ہو جائے خاندان کی زندگیوں کو خطرہ ہو اور خون بہا میں جنس انسانی کا دینا ہی نا گزیر ہو جائے تو اس صورت میں لڑکا ان کی غلامی میں دے دیا جائے۔ لیکن تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا اور قربانی صرف عورت کے حصے میں آتی ہے۔

اسلام کا قصاص و دیت کا نظام نہایت ہی فطری اور مکمل ہے۔ جس کی روشنی میں آسانی کے ساتھ قتل و غارت گری کے واقعات کا احسن طریقے سے حل نکالا جاسکتا ہے۔ مگر ان علاقوں میں اکثر اس قسم کے فیصلے جرگے اور پنجاہیت میں حل کیے جاتے ہیں جہاں اسلامی طریقہ جرم و سزا تقریباً ناپید ہوتا ہے اور صدیوں پرانا جو طریقہ چلا آ رہا ہے اس کی پیروی کی جاتی ہے۔

اگرچہ ”دنی“ کی گئی لڑکیوں میں سے اکثر کو بدحالی اور مشکل حالات پیش آتے ہیں لیکن یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بھی کبھی حالات بہتر ہو جاتے ہیں اور لڑکیوں کو امن و سکون فراہم ہوتا ہے۔ جبیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ظاہر ہے۔

”گل بیگم کو اس کے قبیلے کے لوگوں سے سرزد ہونے والے ایک قتل کے بد لے میں خون بہا کے طور پر دوسرے قبیلے کے حوالے کیا گیا۔ جس خاندان کے حوالے اسے کیا گیا وہیں اس کی شادی ہوئی اور آج وہ دو بیٹوں اور دو بیٹیوں کی ماں ہے۔ اس خاندان میں اس کی عزت ہے۔ اور اس کے فیصلوں کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ جب وہ اس خاندان میں آئی تھی تو بہت سال تک اس کے ساتھ بہت برابر تاؤ ہوتا رہا تھا۔ اسے بالکل الگ تھلگ رکھا گیا اور اس کا اعتبار بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن اس نے اپنی حیثیت منوانے کیلئے کوشش جاری رکھی اور اس کے نتیجے میں وہ آج بہت خوش ہے۔ گل بیگم کا کہنا ہے کہ عورت یہ نہیں چاہے گی کہ اسے دنی کے طور پر دشمنوں کے حوالے کیا جائے تاہم وہ مطمئن ہے کہ اس نے ماخنی میں دونوں قبیلوں کے درمیان ہونے والی خون ریزی کے خاتمے میں مددوی ہے (۱۷)۔“

چنانچہ اگر مصلحت کے تحت اس طرح فیصلہ کیا جائے کہ وقت کیا تھی حالات درست ہو جائیں گے تو یہ بھی ممکن ہے مگر ایسے غیر یقینی نتائج کی تقریباً کم ہی توقع رکھی جاتی ہے۔

تحقیق سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب متاثرہ قبیلے کو خون بہا ادا کرنے کے لیے جائیداد اور پیسہ وغیرہ نہ ہو تو آخ کار لڑکی دی جاتی ہے۔ جس سے والدین کی بے بی ثابت ہوتی ہے کیونکہ خاندان کو مزید قتل و غارت اور خون خراب سے بچانے کے لیے ایسا کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ لہذا مجبوری کے تحت اس قسم کا فیصلہ کیا جاتا ہے پھر یہ بات بھی ہے کہ اب اگر متاثرہ قبیلہ چاہے تو

معاف کر دے اور اس ظلم سے باز رہے۔

الغرض اسلامی نقطہ نظر سے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کے تحت کیے گئے فیصلوں کا تبیجاً اگر کبھی ثابت ہو جائے تو بہت کم ہوتا ہے اور بہر حال ان کا نقصان بہت زیادہ ہے اور گناہ الگ، چنانچہ لا کیوں کو دینی کرتے وقت یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ اسے جس طرح ظلم و جبراً و مشکلات کے حوالے کیا جا رہا ہے وہ اسکے لائق نہیں، اس لئے یہ ضرور دیکھا جائے کہ وہ ایک لڑکی یا عورت بعد میں ہے، پہلے ایک انسان ہے۔

### تجاویز و سفارشات:

#### ۱۔ مساوات مردوں زن:

حقوق نسوان کے منافی تمام رسوم و رواج کے خاتمے کے لئے سب سے پہلی اور اہم ضرورت مساوات مردوں زن ہے جب تک عورت اور مرد کو طعن عزیز میں یکساں برابر انسان نہیں سمجھا جاتا، اس وقت تک ایسے رسوم و رواج کا سامنا رہے گا اگرچہ آئین پاکستان (1973) کے آرٹیکل 25 میں واضح درج ہے کہ تمام شہری بلا امتیاز صنف قانون کی نظر میں برابر ہیں لیکن عملی طور پر اس کے لئے کچھ اقدامات نہیں کئے گئے۔ خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کے خاتمہ کے لئے منفی سماجی روایوں اور امتیازی قوانین میں تبدیلی کی ضرورت ہے

#### ۲۔ اسلامی تعلیمات پر عمل:

معاشرتی ترقی کے لئے علم ایک مسلم حقیقت ہے اور اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ علم کو ایک فریضہ قرار دیتا ہے، اس لئے لوگ جتنے زیادہ پڑھ لکھے، باشمور اور سمجھدار ہوں گے اس قدر اسلامی قوانین کے نفاذ پر عمل درآمد آسان ہو سکے گا۔ اس طرح غیر اسلامی اور غیر شرعی رسومات خود بخود معاشرے سے ختم ہوتی جائیں گی۔ ہمیں اس تعلیم حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ پاکستانی معاشرے میں بہت حد تک غیر اسلامی روایات و رواجات کی پاسداری کی جاتی ہے ایسی صورت حال میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے، کیونکہ جہالت اور کم علمی ہی کی بدولت معاشرے کے تمام فتح رسوم و رواج حجم لیتے ہیں، اس لئے معاشرے کے ہر فرد کو تعلیم یافتہ بنانا بھی دراصل ان رسوم و رواج کے خاتمے کی پہلی سیڑھی ہے۔

#### ۳۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کی ترویج و فروغ:

غیر اسلامی اور غیر اخلاقی تہذیب اور رسوم و رواج کی اندھادہ تقلید کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وطن عزیز میں اس قدر واضح طور پر اسلامی تہذیب و ثقافت کی ترویج و اشاعت نہیں کی گئی جس قدر ضروری تھی، غیر اسلامی تہذیب کی شکل میں ایک طرف خواتین و حضرات میں بے پر دگی و آوارگی، عربی و فاشی، ناقچ گانے، بدکاری شہوت پرستی عام ہو چکے ہیں، وہاں دوسری طرف مردوں کا عورتوں پر بے جا شدہ، گھروں میں قید، محض شکنگ کی بناء قتل و غارت اور عورتوں کی خرید و فروخت بھی ثقافت اور رواج کا درجہ لے چکی ہے، اس روشن کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ معاشرے میں اسلامی تہذیب و تمدن کی عملداری کے لئے علمی و عملی اور مخلصانہ کوشش کی جائے۔

۳۔ قانون سازی اور اس پر عمل در آمد کو یقینی بنانا:

رسوم و رواج چونکہ انسان اپنی طبعی فطرت کی بناء پر اختیار کرتا ہے۔ اور پھر پندیدگی کی بناء پر بار بار اس پر عمل کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب تک ملک میں ان رسوم و رواج کا نہ ہب یا ملکی قانون سے برادرست تصادم نہ ہو، تو حکومت یا کسی فرد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ لوگوں کی خی زندگی میں مداخلت کرے، لیکن اگر یہی رسوم و رواج انسانوں کی خیر و خواہی اور بہتری کے بجائے بوجھ دکھ اور مصیبت کا باعث بن جائیں، ان کا ملک اور مذہب اور ملکی قانون سے ہونا شروع ہو جائے تو پھر ان کی اصلاح کے لئے مداخلت ناگزیر ہو جاتی ہے ایسی صورت میں قانون سازی کرنا حکومت وقت کا اولین فرض بن جاتا ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ ایسی رسوم کے خلاف نہ صرف قانون سازی کرے بلکہ عمل در آمد کو بھی یقینی بنائے، تاکہ ملک میں امن و امان برقرار رہے

۴۔ لازمی اور معیاری تعلیم:

قبائلی اور پہاڑی علاقوں میں تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ دیہاتی علاقوں میں بھی شرح خواندگی بہت مایوس کن ہے، جبکہ وہاں موجود تعلیمی اداروں کا معیار بھی انتہائی پست ہے۔

Poor education leads to manual types of occupation which are usually low paid. This itself results in economic deprivation, which causes many tensions in the family. When these tensions mount to the explosion point, little may be needed to incite the individual to violent behaviour (۷۲)۔  
جہاں تک عورتوں کی تعلیم کی بات ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ مجموعی طور پر پاکستان میں اکثر علاقوں میں عورتوں کی تعلیم نہ ہونے کے برابر ہی۔

چنانچہ مذکورہ بالا علاقوں میں تعلیم کا شعور اجاگر کیا جائے اور نو عمر اور بڑی عمر کے لوگوں کے لئے بغیر کسی مالی اور رواجی رکاوٹ کے لازمی اور معیاری تعلیم کا بندوبست کیا جائے کیونکہ تعلیم نہ ہونے کے باعث لوگ اپنے حقوق سے لا عالم ہیں، لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اس وقت ایسی تعلیمی ادارے قائم کئے جائیں جو بیک وقت دینی اور عصری تعلیم فراہم کر سکیں۔

۵۔ غربت کا خاتمه:

غربت ایک ایسی آزمائش ہے جس سے انبیاء کرام نے بھی پناہ مانگی ہے۔ حقوق نسوان کے منافی رسوم و رواج کے خاتمہ کے لئے ضروری ہے کہ غربت اور معاشی مسائل کا خاتمہ کیا جائے حکومت کی ہر سطح پر یہ پہلی ترجیح ہونی چاہئے کہ غربت کو کم کرنے کے لئے اور لوگوں جن میں عورتیں خصوصی طور پر شامل ہیں کی آمدن میں اضافے کے لئے موثر طریقہ کارروض کرے بغیر ملکی امدادی کمپنیوں کو چاہئے کہ وہ پاکستان میں غربت ختم کرنے کے لئے ایک جامع اور مضبوط پروگرام مرتب کریں تاکہ ایسی رسوم کا خاتمہ کیا جاسکے۔ اس سلسلے میں خواتین کی معاشی سرگرمیوں کو پروان چڑھانے کے ساتھ ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔

۶۔ مقامی /غیر سرکاری تنظیموں کی حوصلہ افزائی:

یہ ایک حقیقت ہے کہ حقوق نسوان کے حق میں کوئی تحریک ہو یا حقوق نسوان کے منافی رسوم و رواج کے خلاف کوئی کوشش، غیر سرکاری تنظیموں نے ہمیشہ قابل ذکر کام سراج نام جام دیا ہے۔ عوام کے اندر حقوق نسوان کی بابت شعور و آگاہی سے لے کر

حقوق نسوان کے منانی پاکستانی رسم و نو

حکومتی سطح پر ان کے لئے قوانین سازی میں ان تنظیموں نے ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ عورتوں کو حاصل آج جتنے بھی حقوق ہیں، ان کے حصول میں ان تنظیموں کا برابر کا حصہ ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسی تمام تنظیمیں جوںی الحقیقت عورتوں کے حقوق کی جدوجہد میں مصروف عمل ہیں، ان کی نصراف حکومتی سطح پر معاشری و قانونی مدد کی جائے، بلکہ عوامی سطح پر بھی ان کی معاشرتی اور اخلاقی مدد اور تعاوون کیا جائے تاکہ ایسی تنظیمیں زیادہ ہمت اور حوصلہ کے ساتھ عورتوں کے حقوق کے لئے اپنی آواز بلند کر سکیں۔

#### ۸۔ وڈیرہ کریمی کا خاتمه:

پاکستان کے ایسے تمام علاقوں جہاں ابھی تک قبائلی، سرداری اور جاگیردارانہ نظام موجود ہے، وہاں ایسے منفی رسم و رواج نہ صرف بکثرت موجود ہیں، بلکہ نظام معاشرت کا جزو لا یٹک بن چکے ہیں، ان علاقوں میں رہنے والے افراد تو ایسی منفی رسم کی تقلید کرتے ہیں، لیکن جو لوگ باہر سے ان علاقوں میں کسی غرض و غافت سے آمد و رفت رکھتے ہیں، وہ بھی ان رسم سے متاثر ہوتے ہیں، اسی طرح یہ قبائلی لوگ جب شہروں کا رخ کرتے ہیں، تو وہاں کے ماحول پر بھی لازماً اثر انداز ہوتے ہیں، بھی وجہ ہے کہ ایسی رسم صرف مخصوص علاقوں تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ اس کا دائرہ وسیع ہوتا رہتا ہے، راقم کی رائے ہے کہ ایسی منفی رسم کے خلاف قوانین سازی کے ساتھ ساتھ جاگیردارانہ نظام کا خاتمه بھی نہایت ضروری ہے، جب تک وطن عزیز میں سردارانہ اور جاگیردارانہ نظام، روئیے اور سوچ موجود ہے، تب تک ایسے رسم و رواج کسی نکی شکل و صورت میں اپنی حیثیت برقرار رکھتے رہیں گے۔

#### ۹۔ صنفی تعصبات کے خاتمے کی موثر تحریک اُتھیبر کی ضرورت:

یہ ایک حقیقت ہے کہ خواتین کے ساتھ روا رکھا جانے والا سلوک اور تشدد صرف ہمارے ہی ملک کا مسئلہ نہیں بلکہ ایک عالمگیر مسئلے کی حیثیت رکھتا ہے۔ تہذیب و ثقافت، رنگ و نسل، زبان اور سماجی تقاضات سے قطع نظر خواتین پر تشدد کار جہان عام ہوتا جا رہا ہے، لہذا ضرورت ہے کہ ایک ایسے تبادل سماجی نظام کی بات کی جائے جس میں شہریوں کے ساتھ صنف، طبقہ، ذات اور شہریت کی بناء پر نہیں بلکہ بلا امتیاز سلوک ہوا اور انہیں یکساں موقع میسر ہوں۔ شہریوں کو بغیر کسی تعصب یا امتیاز کے، برابری کی بنیاد پر وسائل اور مفادات تک رسائی ہو۔

#### ۱۰۔ فوری اورستے انصاف کی ضرورت:

عدل دنیا کے ہر نہجہ اور ہر معاشرے میں اہم اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جس معاشرے میں عدل نہ ہو وہ فتنہ فساد انتشار و بد امنی ظلم وعدوان کی آمادگاہ بن جاتا ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ فوری اورستے انصاف کی دستیابی کسی بھی انسانی معاشرہ کے انتظام و انصرام میں ریڑھ کی بڑی کسی حیثیت رکھتی ہے بد قسمی سے پاکستان میں مہنگا، مشکل اور پے چجدہ عدالتی نظام اور اپرے عوام کی اس تک عدم رسائی نے حقوق نسوان اور اس جیسی دوسری بڑی منفی رسم کو پہنچنے میں بہت مددی ہے عام لوگوں کا اور خاص طور پر خواتین کا اپنے مظالم کے سلسلے میں عدالت تک پہنچنا مشکل ترین مرحلہ بن چکا ہے اگر وہ کسی طرح پہنچنی بھی جائیں تو وہاں ایسے مقدمے دس دس سال تک لٹکتے رہتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عدل و انصاف کے حصول کا نظام آسان اور سادہ بنایا جائے تاکہ متاثر لوگ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے عدالتی کاروائی میں دقت محسوس نہ کریں،علاوہ ازیں ستا اور فوری انصاف مہیا کیا جائے۔

## حوالہ جات

- ۱۔ عبدالحید، خواجہ، جامع اللغات، جامع الفاتح، کپٹن، لاہور، س۔ ان۔ ۸۰/۲، ص
- ۲۔ ضلع میانوالی میں عورتوں کے خلاف رسمی تشدد: ورنی، کاروان کینوٹیڈولپمنٹ آرگانائزشن، کالاباغ، س، ۱
۳. Baba Khail,Muhammad Ali,Swara,Women as property,Aurat Foundation, Peshawar, ND, P5
- ۴۔ ايضاً
- ۵۔ توبیر بخاری، پنجابی اردو لغت، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص: ۱۵۳۱
- ۶۔ توبیر بخاری، پنجابی اردو لغت، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص: ۱۰۷۵
- ۷۔ کاکا خیل، بہادر شاہ ظفر، ظفر اللغات، یونیورسٹی بک ایجنسی، پشاور، س۔ ان، ص، ۹۳، ۷۷
۸. Captain II.G.Revert,A dictionary of the pukhto Upshot,or language of the Afghan, Sang-e-Meel publication,Lahore,2001,P622
۹. Girls as sacrificial Lambs, July 30, 2006,<http://www.boloji.com.htm> retrieved January 31, 2010
- ۱۰۔ عفت صدیقی، سوارہ، سنڈے میگزین، خبریں ملتان، ۲۳، س۔ ان۔ ۲۰۰۷ء، ص
- ۱۱۔ کسانٹر ایجنس اور سعیہ خاور ممتاز، عورت، قانون اور معاملہ، فواد عثمان خان اور سنبھل فواد، (مترجم) شرکت گاہ، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۶ء، ص، ۳۲۱
- ۱۲۔ روزنامہ جگ، ملتان، ۲۲، جنوری ۲۰۰۷ء
- ۱۳۔ روزنامہ خبریں، ملتان، ۱۲، س۔ ان۔ ۲۰۰۷ء
- ۱۴۔ روزنامہ جنگ ملتان، ۱۶، اکتوبر ۲۰۰۷ء
- ۱۵۔ روزنامہ جنگ ملتان، ۸، اکتوبر ۲۰۰۸ء
۱۶. Swara,Women as property,P7
- ۱۷۔ النساء، ۹۳:۲،
- ۱۸۔ بخاری، محمد بن اساعیل، صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص بیوم القيمة، ۲۵۳۲، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱۹۶۱ء
- ۱۹۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، میر محمد کتب خانہ، کراچی، س۔ ان، ابواب الديات، باب الغلظی فی قتل مسلم ظلمًا، ۲۱۱۹،
- ۲۰۔ ابن ماجہ، ابوالدیات، ۲۱۱۸،
- ۲۱۔ القاموس الکھیط، باب الالف، ۲۳۲/۳،
- ۲۲۔ الجامع لاحکام القرآن، ۲۳۵/۲،
- ۲۳۔ سعدی ابوالحسنی، القاموس لفظی و اصطلاحی، دارصاد، بیروت، س۔ ان، ص، ۲۷،
- ۲۴۔ قریشی، طفیل احمد، ڈاکٹر، اسلامی حدود و تحریرات، مطبوعات حرمت، بینک روڈ، راولپنڈی، اگست ۱۹۸۱ء، ص، ۵۲
- ۲۵۔ ابن منظور، محمد بن عکرم، لسان العرب، دارصادر، بیروت، س۔ ان، فصل الاولی ۱۵/۳۸۳،
- ۲۶۔ القاموس لفظی و اصطلاحی، ۱۷۸:۲،
- ۲۷۔ البقرہ، ۲۷:۲،
- ۲۸۔ سورۃ مائدہ، ۳۵:۵،
- ۲۹۔ النساء، ۹۲:۳،
- ۳۰۔ ابن ماجہ، ابواب الديات، باب من قتل لـ قتيل فهو بالخيار میں احادیث ثلث، ۲۶۲۲،
- ۳۱۔ ايضاً، ۲۶۲۳،
- ۳۲۔ بخاری، کتاب الديات، باب من قتل طلب دم امری بغیر حق، ۷۷
- ۳۳۔ المرادي، علی بن سليمان، الانضاف فی معرفة الراجح من الخلاف علی نذهب الامام احمد بن حنبل، دار احياء التراث العربي، بیروت، ۱۹۹۸ء، ۵/۱۰،
- ۳۴۔ بنی اسرائیل، ۳۳:۱،
- ۳۵۔ ابوالزیدی، ابو بکر محمد بن الحسن، تاج العروس میں جواہر القاموس، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۲ء، ۵/۱۰،

- ۳۶۔ نسل الاد و اطار شرح مذکوری الاخبار، ۷/۷
- ۳۷۔ خان، سلامت علی، مولانا، اسلامی قانون فوجداری، کتاب الاعتیار، (اردو ترجمہ) مکتبہ امدادیہ ملتان، سن، ندارد، ص ۱، ۱۹۹۲ء
- ۳۸۔ عبد العزیز عامر، التعریفی الشریعۃ الاسلامیۃ، سید معروف شاہ شیرازی (مترجم)، الہبپلی کیشنز، لاہور، فروری ۱۹۹۲ء
- ۳۹۔ النور، ۲:۲۳۹، ۱۵:۳۰
- ۴۰۔ سیوطی، جلال الدین، عبد الرحمن، الدر المخور فی تفسیر بالماثور، منشورات مکتبۃ آیات اللہ العظیم قم ایران، ۱۳۹۷ھ، ۱۳۰۲، ص ۱۵
- ۴۱۔ بدائع الصنائع، کتاب الحدود، ۱۷۸/۹
- ۴۲۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدير، دار الفکر بیروت، ۲/۱۹۸۳ء
- ۴۳۔ المرغینانی، برهان الدین ابو الحسن علی بن ابوکر الفرغانی، الحدیۃ، مکتبہ حمایہ لاہور، سن ندارد، کتاب الحدود، ۵۰۶/۲
- ۴۴۔ ایمنی، محمد تقی، مولانا، احکام شرعیہ میں حالات و زمانی رعایت، اٹھصیل ناشران، لاہور سن ندارد، ص ۷۵
- ۴۵۔ التعریفی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص ۲۸
- ۴۶۔ المسوط، ۳۶/۹، ۳/۳
- ۴۷۔ المسوط، ۳۶/۹، ۵۰
- ۴۸۔ اتحانوی، محمد علی بن علی الفاروی، کشاف اصطلاحات الفنون، سہیل الکیڈی لاہور ۱۹۸۳ء
- ۴۹۔ مجھی، حضرت حسین، علامہ، اسلامی حدود و تعریفات تنظیم فدائیان اکبر، جامع امیر، لاہور، سن ندارد، ص ۵۳
- ۵۰۔ اصفہانی، امام راغب، المفردات فی غریب القرآن، نور محمد کارخانہ کراچی، سن، کتاب اسین، ص ۲۳۱
- ۵۱۔ المائدہ، ۳۸:۵
- ۵۲۔ حاکم، ابو عبد اللہ محمد نیشاپوری، المتندر ک علی الحججیین فی الحديث، مکتبہ و مطابع التصریحیۃ، ریاض، سن، ن، کتاب الحدود، ۸۳۰ء
- ۵۳۔ بخاری، کتاب الحدود، باب السارقین بیرق، ۱۶۹۲ء
- ۵۴۔ المائدہ، ۳۳:۵
- ۵۵۔ منهاج اسلام، باب چشم، ص ۵۳
- ۵۶۔ متدرک حاکم، کتاب الحدود، ۸۳۲ء
- ۵۷۔ موطا امام مالک، کتاب الحدود، باب ما جاء فی من اعترف علی نفسه بالزناء
- ۵۸۔ الفاطر، ۱۸:۳۵
- ۵۹۔ سنن ابن ماجہ، باب الدیات، باب لائجنی احمد علی احمدی احمدی، ۲۴۴۹
- ۶۰۔ سنن ابن ماجہ، باب الدیات، باب لائجنی احمد علی احمدی، ۲۴۴۹
- ۶۱۔ ابو داؤد، سیمان بن اشعث بختیانی، سنن ابی داؤد، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت لبنان، سن، ن، کتاب الدیات، باب لائجنی احمد علی احمدی، ۲۴۹۹
- ۶۲۔ ایضاً، ۲۲
- ۶۳۔ سنن ابن ماجہ، ترجمہ و فوائد: مولانا عطا اللہ ساجد، باب الدیات، ۲۲۷۲ء
- ۶۴۔ ابن ماجہ، باب الکاچ، باب حسن معاشرۃ النساء، ۱۹۷۸ء
- ۶۵۔ ایضاً، ۲۷
- ۶۶۔ بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان، ۱۳
- ۶۷۔ ایضاً، ۱۹۷۸ء
- ۶۸۔ ای، ایشور، پھان اور بلوچ، پروفیسر انور دیمان (مترجم)، نساء گریزر، کوئٹہ، ۱۹۸۲ء، ص ۱۳۹
- ۶۹۔ عورت، قانون اور معاشرہ، ص ۲۲۱
- ۷۰۔ ایضاً، ۱۳۷۲ء
- ۷۱۔ ایضاً، ۱۳۷۲ء
- ۷۲۔ ایضاً، ۱۳۷۲ء
- ۷۳۔ ایضاً، ۱۳۷۲ء

